العشر فی القرآن

مولانا محمد رفیق چودھری

یہ ایک حقیقت ہے کہ مفلس سے مفلس آدمی بھی اللہ تعالیٰ کی اَن گنت نعمتوں سے فیضیاب ہوتا ہے اور منعم حقیقی کی ہر نعمت اپنے منعم علیہ بندے سے مناسب شکرگزاری کا تقاضا کرتی ہے۔ مال و دولتِ دنیا جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لیے ایک آزمائش ہے۔ وہاں ایک عظیم نعمت بھی ہے اور اس پر شکرگزاری کی معین صورت یہ ہے کہ اس نعمت سے مستفید و متمتع ہوتے ہوئے اس کا کچھ خاص حصہ ان لوگوں تک منتقل کر دیا جائے جو اس سے بالکل محروم ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو خدا تعالیٰ کی یہ نعمت خود انسان کے لیے لعنت بن جاتی ہے جس کے نتیجے میں اسے دنیا و آخرت میں ناکامی و نامرادی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

خدائے رحیم نے اپنے مالدار بندوں کو ایسی صورت حال سے بچانے، ان کو اپنا فرمانبردار بنانے اور دنیا و عقبیٰ میں فلاح یاب کرنے کے لیے مال و دولت پر بطور شکرگزاری زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ٹھہرائی ہے اور اس سلسلے میں زرعی پیداوار پر عشر ادا کرنا واجب کیا ہے۔ غور کرنے سے زکوٰۃ و عشر کے اس وجوب و حکم کی حکمت سمجھ میں آ سکتی ہے کیونکہ جس طرح مال و دولت اکثر و بیشتر خدا تعالیٰ کی خاص بخشش کا فیضان ہوتا ہے بالکل اسی طرح پھل اور اناج کی زرعی پیداوار بھی رب العالمین

کے مخصوص فضل وکرم کی مرہونِ منت ہوتی ہے۔
اب ظاہر ہے کہ ہر استحقاق اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ ذمہ داری بھی رکھتا ہے۔ مال و دولت اور زرعی پیداوار کے اسی استحقاق پر زکوٰۃ و عشر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔
قرآن حکیم میں اس حقیقت کو کئی مقامات پر مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ۝ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَٰهُ حُطَٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ۝ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلْمَآءَ ٱلَّذِى تَشْرَبُونَ ۝ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ ٱلْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنزِلُونَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ۝ (الواقعہ ۶۳ تا ۷۰)

ترجمہ: بھلا تم اس بات پر غور کرو کہ جو کچھ تم کاشتکاری کرتے ہو، اسے تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں اور تم صرف باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ "ہم پر الٹی چٹی پڑ گئی بلکہ ہم تو اپنی محنت کے سارے فائدوں ہی سے محروم ہو گئے"۔ اچھا، تم نے دیکھا کہ یہ پانی جو تمہارے پینے کے کام آتا ہے۔ اسے کون برساتا ہے؟ تم برساتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں، تم کیوں شکر نہیں کرتے؟۔

گویا جس ہستی کی ربوبیت کے فیض سے تمہیں اناج اور پھلوں کا رزق عطا ہوا، اسی ربِ کائنات کا یہ حق ہے کہ اس کے دیے ہوئے رزق کا کچھ حصہ محروم المعیشت لوگوں کو بھی ادا کیا جائے۔
دوسرے مقام پر فرمایا:

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۙ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ ثُمَّ شَقَقْنَا
الْاَرْضَ شَقًّا ۙ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۙ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۙ
وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۙ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۙ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ؕ

(عبس: ۲۴ تا ۳۲)

ترجمہ: انسان اپنی غذا پر نظر ڈالے ــــ ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں، پھر اس کی سطح شق کر دیتے ہیں، پھر اس سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کر دیتے ہیں۔ اناج کے دانے، انگور کی بیلیں، سبزی ترکاری، زیتون کا تیل، کھجور کے خوشے، گھنے باغات، قسم قسم کے میوے، پھل اور طرح طرح کا چارہ ــــ یہ سب کچھ تمہارے فائدے کے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ
فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ (النمل ۶۰)

ترجمہ: بھلا آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ آسمان سے تمہارے لیے کس نے پانی برسایا؟ پھر اس کے ذریعے سے ہم نے خوش نما باغ اگا دیے۔ حالانکہ تمہارے بس کی یہ بات نہ تھی کہ ان باغوں کے درخت اگاتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟ افسوس یہ لوگ راہِ حق سے ہٹ ہوئے ہیں!

پھر ارشاد ہوا:

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى
ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۚ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ

لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۙ (المؤمنون ۱۸تا۱۹)

ترجمہ: اور ہم نے ایک خاص اندازے کے مطابق آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اسے زمین میں ٹھہرائے رکھا، اور ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اسے واپس لے جائیں۔ پھر اسی پانی سے ہم نے تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیے جن میں بہت سے پھل لگتے ہیں اور انہی سے تم اپنی غذا بھی حاصل کرتے ہو۔

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ (الانعام ۹۶)

ترجمہ: یقیناً اللہ ہی کی قدرت ہے کہ وہ دانے اور گٹھلی کو شق کرتا ہے (پھر اس سے ہر چیز کا پودا یا درخت پیدا کر دیتا ہے۔)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (الانعام ۱۰۰)

ترجمہ: اور وہی (اللہ) ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس کے ذریعے سے ہر قسم کی نباتات اگائی، پھر اُس سے سرسبز کھیت اور درخت پیدا کئے۔ پھر ان سے تہ برتہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے پیدا کئے جو بوجھ کی وجہ سے جھکے پڑتے ہیں۔ اور انگور، زیتون اور

انار کے باغ اگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور اور پھر ذائقے الگ الگ بھی ہیں۔ جب یہ درخت پکتے ہیں، تو ان میں پھل آنے اور ان کے پکنے کی کیفیت پر نظر ڈالو۔ ان تمام چیزوں میں ایمان لانے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

پھر فرمایا:

وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِۦ مِنَ الثَّمَرَٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ

(البقرہ: ۲۲)

ترجمہ: اور اُسی (اللہ) نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے روزی فراہم کر دی۔

قرآن حکیم کی درج بالا آیات کا مدعا و مطلب یہ ہے کہ ربوبیّتِ الٰہی کی رفرمائی انسان کو اس کی معمولی محنت و مشقت کے صِلے میں زمین سے بہت زیادہ اناج اور پھل مہیا کر دیتی ہے۔ اس کے بعد انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ بخششِ رحمانی اور عطائے ربّانی سے جہاں خود بہرہ یاب ہوا ہے وہاں خدا تعالیٰ کے ان بندوں کو فراموش نہ کر بیٹھے جو تہی دامن اور بے سر و سامان ہیں بلکہ ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کو معاشی سہارا دینے کے لیے اس نعمتِ خداوندی کا ایک مخصوص حصّہ ان تک پہنچا دے۔

عُشر کیا ہے؟

عشر کے لغوی معنی "کسی چیز کا دسواں حصّہ" کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں یہ زرعی پیداوار پر زکوٰۃ کا دوسرا نام ہے۔ بارانی زمین کی صورت میں اس کی پیداوار کا دسواں حصہ اور غیر بارانی اراضی یعنی نہری چاہی) وغیرہ کی صورت میں اس کی پیداوار کا بیسواں حصہ شرعاً عشر کے طور پر

واجب الادا ہوتا ہے بشرطیکہ کل پیداوار شرعی نصاب کے مطابق ہو۔

قرآن اور عشر

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے، عشر دراصل زرعی پیداوار کی زکوٰۃ کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے جہاں تک مطلق زکوٰۃ کے حکم کا تعلق ہے تو اس کی فرضیت اور وجوب کے لیے قرآن مجید میں بیسیوں آیات موجود ہیں۔ بالعموم اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ یعنی نماز و زکوٰۃ کا حکم ساتھ ساتھ آیا ہے۔ لیکن زکوٰۃ کی اس خاص قسم یعنی عشر کا ثبوت ہمیں قرآن حکیم کی درج ذیل آیات سے ملتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ؀ (الانعام ۱۴۱)

ترجمہ: اور وہی (اللہ) ہے جس نے وہ باغات پیدا کئے جو ٹٹیوں پر چڑھائے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض نہیں چڑھائے ہوتے، نیز کھجوروں کے درخت اور کھیتیاں اگائیں جن میں مختلف قسم کے کھانے کی چیزیں ہوتی ہیں اور زیتون اور انار بھی باہم مشابہ اور بعض مشابہ نہیں ہوتے۔ تم ان کے پھلوں اور پیداوار میں سے کھاؤ اور (ان نعمتوں کے شکریے میں) ان کے کاٹنے اور توڑنے کے دن ان کا معین حصہ ادا کیا کرو۔ فضول خرچی نہ کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کے الفاظ "وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ" (اور فصل کی کٹائی اور

پھل توڑنے کے دن ان کا معین حصہ ادا کیا کرو۔) سے ظاہر ہے کہ کھیت سے فصل اور پیداوار حاصل کرتے وقت اس کا ایک خاص حصہ بطور حق المال الگ کر کے ادا کرنا واجب ہے اور عشر کا یہ وجوب اسی لمحے عائد ہو جائے گا جس لمحے زرعی پیداوار حاصل کر لی گئی۔

اس آیت کے تحت چند مفسرین کرام کی آراء ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ تفسیر طبری: (از ابن جریر طبری)

اس تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ، حسنؒ، انس بن مالکؓ، جابر بن زیدؒ، سعید بن مسیب، قتادہ، طاؤس، محمد بن حنفیہ، ضحاک اور زید بن اسلم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

"هذا امر من الله بايتاء الصدقة المفروضة من الثمر والحب"۔

(ابو جعفر محمد بن جریر الطبری۔ تفسیر الطبری: ۱۲: ۱۵۸ طبع مصر)

ترجمہ: یہ اللہ کا حکم ہے کہ پھلوں اور اناج سے فرض زکوٰۃ یعنی عشر ادا کیا جائے۔

۲۔ تفسیر الکشاف (از علامہ زمخشری):

اس تفسیر میں آیت مذکورہ کے تحت درج ہے کہ:

الأية مكية والزكاة انما فرضت بالمدينة " فأريد بالحق ما كان يتصدق به على المساكين يوم الحصاد، وكان ذلك واجباً حتى نسخه افتراض العشر ونصف العشر وقيل مدنية والحق هو الزكاة المفروضة۔

ترجمہ: یہ آیت مکی ہے اور مدینہ میں زکوٰۃ فرض ہوئی ہے لہٰذا اس آیت میں "حق" سے مراد وہ صدقہ ہے جو فصل کی کٹائی کے وقت مسکینوں کو دیا جاتا ہے۔ ابتدا میں یہ صدقہ واجب تھا، پھر عشر اور نصف عشر کی فرضیت کے بعد منسوخ ہو گیا ۔۔۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور اس میں "حق" سے مراد

وہ زرعی پیداوار پر زکوٰۃ ہے جو فرض ہے۔

۳۔ احکام القرآن (از ابن العربی) :

وقد افادت هذه الآية وجوب الزكاة فيما سمّى الله سبحانه وافادت بيان ما يجب فيه من مخرجات الارض التي اجملها في قوله: "وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ" فسّرها ههنا، فكانت آية البقرة عامة في المخرج كله مجملة في القدر، وهذه الآية خاصة في مخرجات الارض مجملة في القدر، فبيّنه رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي أمر بأن يبين للناس ما نزل عليهم، فقال: "فيما سقت السماء العشر وما سُقي بنضح او دالية نصف العشر" فكان هذا بيانا لمقدار الحق المجمل في هذه الآية۔ وقال ايضا صلى الله عليه وسلم "ليس فيما دون خمسة أوسق من حب او تمر صدقة" خرّجه مسلم وغيره. فكان هذا بيانا للمقدار الذي يؤخذ منه الحق والذي يسمّى في ألسنة العلماء نصابا۔

(ابن العربی: احکام القرآن: ۳۱۲، ۳۱۳ طبع مصر ۱۳۳۱ھ)

ترجمہ: اس آیت سے اس چیز کے واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا نام دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کے ایک اور ارشاد "وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ" یعنی (اے ایمان والو!) ان اشیاء میں سے (اللہ کی راہ میں خرچ کرو) جو ہم نے زمین سے نکالی ہیں۔ البقرہ ۲۶۷) کی تشریح بھی مل جاتی ہے کہ وہاں پر "زمین سے نکالی ہوئی اشیاء" سے کیا مراد

سورۂ بقرہ کی آیت کے مفہوم میں وہ تمام اشیاء آجاتی تھیں جو زمین میں سے نکلتی ہیں اور اس کے علاوہ وہاں نصابِ زکوٰۃ کا بھی ذکر نہیں تھا۔ مگر اب سورہ انعام کی آیت زیر بحث کے مفہوم میں زمین سے نکلنے والی اشیاء کی خاص نوعیت بیان کر دی گئی ہے اگرچہ یہاں پر بھی نصابِ زکوٰۃ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ پھر اسی آیت کی تشریح و تبیین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ جنہیں قرآن کی تشریح و تبیین کرنے کا حکم خود خدا نے قرآن مجید میں دیا ہے[1]

وہ تشریح و تبیین یہ ہے کہ:

"فیما سقت السماء العشر وما سقی بنضح او دالیة نصف العشر"

ترجمہ: جو زمین بارش سے سیراب ہوتی ہے اس پر عشر ہے اور جو دوسرے وسائل آبپاشی کے ذریعے سیراب ہو، اس پر نصف عشر ہے۔

سنتِ نبوی نے آیت مذکورہ کے لفظ "حَقَّهٗ" میں حق کے اجمال کی یہی تفصیل بیان کی ہے۔

پھر اس کے علاوہ اسی سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لیس فیما دون خمسة اوسق من حب او تمر صدقة۔

(صحیح مسلم)

غلے اور کھجور میں پانچ وسق سے کم مقدار پر زکوٰۃ (عشر) نہیں ہے۔

---

[1] قرآن مجید میں ہے: وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ - اور (اے نبیؐ) ہم نے اس سراپا ذکر یعنی قرآن کو آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ کی طرف جو کچھ بھیجا گیا ہے اسے آپ لوگوں پر واضح فرما دیں۔

گویا اس حدیث نے وہ مقدار بھی معین کردی جس پر "حق" کی وصولی کی جائے گی اور جسے علماء کرام اپنی اصطلاح میں "نصاب" کہتے ہیں:

۴۔ تفسیر کبیر (از امام فخر الدین رازی)

فی تفسیر قوله (وَاٰتُوْا حَقَّهٗ) ثلاثة اقوال۔ القول الاول: قال ابن عباس فی روایة عطاء یرید به العشر فیما سقت السماء ونصف العشر فیما سقی بالدوالیب، وهو قول سعید بن المسیّب والحسن وطاؤس والضحاك"

(الفخر الرازی: التفسیر الکبیر: ۱۳: ۲۱۳ طبع مصر ۱۹۳۸ء)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے قول " وَاٰتُوْا حَقَّهٗ " کی تفسیر میں تین قول ہیں۔ پہلا قول جسے عطاؒ نے ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے یہ ہے کہ اس سے بارانی زمین کا عشر اور غیر بارانی کا نصف عشر ہے۔ یہی قول سعید بن مسیبؒ، حسنؒ، طاؤس اور ضحاک کا بھی ہے۔

۵۔ تفسیر قرطبی (الجامع لاحکام القرآن — امام قرطبی):

" اختلف الناس فی تفسیر هذا الحق ما هو، فقال انس بن مالك وابن عباس وطاؤس والحسن وابن زید وابن الحنفیة والضحاك وسعید بن المسیّب هی الزکوٰة المفروضة العشر نصف العشر" (ابوعبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی: ۷: ۹۹ طبع مصر ۱۹۶۷ء)

ترجمہ: اس آیت میں لفظ "حق" کے بارے میں مختلف رائیں ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ، انس بن مالکؓ، طاؤس، حسن، ابن زید، ابن الحنفیہ، ضحاک اور سعید بن مسیب، کی رائے میں اس سے مراد وہ فرض زکوٰۃ ہے جو عشر اور نصف عشر کی صورت

میں ہے۔

۶۔ تفسیر ابن کثیر؛

"عن ابن عباس (وَاٰتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ) يعنى الزكوٰة المفروضة يوم يكال ويعلو كيله"

(عماد الدين اسماعيل بن كثير: تفسير القران العظيم ۲: ۱۸۱ طبع سهيل اكيڈمی، لاهور)

ترجمہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ وَاٰتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ سے مراد وہ فرض زکوٰۃ یعنی عشر ہے جب فصل کی مقدار معلوم کر لی جائے۔

۷۔ احکام القرآن ـــ ابوبکر جصاص۔

"روى عن ابن عباس وجابر بن زيد ومحمد بن حنفية والحسن وسعيد بن المسيب وطاؤس وزيد بن اسلم وقتادة والضحاك انه العشر ونصف العشر"

ترجمہ: ابن عباسؓ، جابر بن زید، محمد بن حنفیہ، حسن، سعید بن مسیب، طاؤس، زید بن اسلم، قتادہ اور ضحاک کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں عشر اور نصف عشر مراد ہے۔

۸۔ تفسیر جلالین؛

"العُشر أو نصفه"

(جلال الدين سيوطی: تفسير جلالين: ۹۸ طبع دهلی ۱۹۲۲ء)

ترجمہ اس سے عشر یا نصف عشر مراد ہے۔

۹۔ تفسیر مظہری (از قاضی ثناء اللہ پانی پتی)؛

"قال ابن عباس وطاؤس والحسن وجابر بن زید وسعید بن المسیب انہ الزکوۃ المفروضۃ من العشر ونصف العشر لان الامر للوجوب۔"

(قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۔ تفسیر مظہری: ۳: ۲۹۴ طبع دھلی ۱۹۶۷ء)

ترجمہ: ابن عباس، طاؤس، حسن، جابر بن زید اور سعید بن مسیب کا قول ہے کہ اس جگہ فرض زکوٰۃ مراد ہے جو عشر اور نصف عشر کی صورت میں ہے کیونکہ فعل امر سے وجوب کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

۱۰۔ تفسیر روح المعانی (از علامہ محمود آلوسی):

"وآتوا حقہ" الذی اوجبہ اللہ تعالیٰ فیہ "یَوْمَ حَصَادِهٖ۔"

عن ابن عباس العشر ونصف العشر، والیہ ذھب الحسن وسعید بن المُسَیّب وقتادۃ وطاؤس وغیرھم۔

(علامہ محمود آلوسی: ۸: ۳۸ طبع بیروت)

ترجمہ: "وَآتُوا حَقَّهُ" میں حق سے مراد وہ حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے واجب ٹھہرایا ہے۔ اس بارے میں ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے عشر اور نصف عشر مراد ہے۔ یہی رائے حسن، سعید بن مسیب، قتادہ اور طاؤس وغیرہم کی ہے۔

اس طرح تقریباً تمام مفسرین حضرات نے آیتِ زیرِ بحث سے عشر کی فرضیت کا اثبات کیا ہے۔

دوسری جگہ پر حکمِ خداوندی ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم

بِاٰخِذِیْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝

(البقرة : ۲۶۷)

ترجمہ: ایمان والو! اپنی کمائی میں سے عمدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اور ان چیزوں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہوں۔ لیکن خراب چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو درآنحالیکہ تم خود بھی اسے لینا پسند نہیں کرتے الا یہ کہ چشم پوشی کرو۔ خوب جان لو کہ اللہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔

اس آیت کے الفاظ "اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (اپنی کمائی میں سے بھی چیزوں کا انفاق کرو) کے بعد وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (اور ان چیزوں میں سے بھی انفاق کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیں) سے واضح ہے کہ زمینی پیداوار میں سے کچھ خاص حصے کے انفاق کا حکم دیا گیا ہے۔ غور کیجیے، زمینی پیداوار سے کچھ خاص حصے کا یہ حکم انفاق سوائے حکم عشر کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (الذاریات [19])

ترجمہ: اور ان (متقیوں) کے مالوں میں مانگنے والے اور محتاج کا حصہ ہوتا تھا۔

یہ آیت اپنے سیاق کلام کے لحاظ سے متقین کے اوصاف کے ضمن میں آئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ہر سائل اور محروم المعیشت آدمی کے لیے اپنے مال میں سے ایک معین حصہ بطور حق ادا کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ نہ تو زرعی پیداوار کو "اموالہم" کے قرآنی عموم سے خارج سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی زرعی پیداوار کے لیے سائلوں

اور مفلسوں کا فقدان ہو سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صاحبِ نصاب متقین جہاں دوسرے اموال میں سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں وہاں وہ زمینی پیداوار کی زکوٰۃ یعنی عشر بھی دیتے ہیں اور ان کی طرف سے عشر کی یہ ادائیگی بطور حق ضروری متصور ہوتی ہے۔

قرآن کی ایک اور آیت یہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (المعارج ۲۴تا۲۵)

ترجمہ: اور جن لوگوں کے اموال میں ایک معلوم و معین حصہ ہے، مانگنے اور نہ مانگنے والے حاجت مندوں کے لیے۔

آیاتِ بالا اپنے سیاق و سباق میں جنّتی لوگوں کی صفات کے تذکرے میں وارد ہوئی ہیں وہ اعمال جن کی جزا کے نتیجے میں نیک لوگ جنت کے مستحق قرار پائیں گے ان میں سے ایک عمل یہ گا کہ ان کے اموال میں دستِ سوال دراز کرنے والے غریبوں اور نہ مانگنے والے محتاجوں کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک خاص حصّہ بطور حق معین ہوتا تھا۔ "اموالھم" کے عموم میں زرعی پیداوار بھی شامل ہے۔ لہٰذا ان دونوں آیات سے جہاں ایک طرف زکوٰۃ کے حکم کا اثبات ہوتا ہے وہاں دوسری طرف عشر کا ثبوت بھی فراہم ہو جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشادِ خداوندی ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (التوبة ۱۰۳)

ترجمہ: (اے نبیؐ!) ان لوگوں کے مال سے بھی زکوٰۃ لے لیا کریں تاکہ اس طرح آپؐ ان کو (گناہوں سے) پاک و صاف کریں اور ان کے حق میں دعائے خیر کریں کیونکہ آپؐ کی دعا ان کے لیے سکون بخش ہے اور اللہ بہت سننے

والا جاننے والا ہے۔

یہ آیت سیاق بیان میں ان لوگوں کے بارے میں آئی ہے جو ایمان کے باوصف مرض منافقت میں بھی مبتلا تھے۔ گویا قانونی اعتبار سے ان پر مسلمان ہونے کا اطلاق ہوتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر یہ حکم دیا ہے کہ ایسے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کریں۔ آیت میں مستعمل لفظ صَدَقَۃً (یا صدقات کا لفظ) قرآن مجید میں زکوٰۃ کے ہم معنیٰ ہے جیسا کہ سورۃ توبہ میں ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ.... (التوبہ ۶۰)

ترجمہ: زکوٰۃ تو ان کا حق ہے جو فقرا ہوں، مساکین ہوں۔.....

تو یہاں پر صدقات سے مراد صرف صدقہ واجبہ یعنی زکوٰۃ ہے (ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کرو) اس طرح آیت زیر بحث میں "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَۃً" کے عام معنیٰ میں زرعی پیداوار بھی بطور مال شامل ہے جس میں سے زکوٰۃ یعنی عشر کی وصولی کا یہ حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ○ (البقرہ ۳)

ترجمہ: (متقین وہ ہیں) جو غائبانہ طور پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے، اس میں سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں۔

آیت مذکورہ میں آمدہ الفاظ " وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ " (اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے۔ اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں) سے واضح

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو روزی عطا کی ہے تو اس کے بندے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی میں سے انفاق کرتے ہیں۔

اس آیت کے سیاق کلام میں متقین کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں ان میں جہاں ایمان بالغیب اور اقامت صلوٰۃ کی خصوصیات کا ذکر ہوا ہے وہاں انفاق کو بھی متقین کی ایک خصوصیت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اہل نظر سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کا یہ ایک عام اسلوب ہے اور اس کے بیسیوں نظائر بھی موجود ہیں کہ نماز پر انفاق کا عطف بالعموم زکوٰۃ کے مفہوم کا حامل ہوتا ہے کیونکہ خود نماز پر زکوٰۃ کا عطف آنا قرآن مجید کا عام انداز بیان ہے۔

اب زیرِ نظر مقام پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ قرآنی الفاظ " وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ " (اور ہمارے دیے میں سے خرچ کرتے ہیں) کا مطلب یہ ہے کہ متقین کے اوصاف میں سے ہے کہ وہ حالت ایمان میں اقامت صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ ایتائے زکوٰۃ بھی کرتے ہیں۔ یا اس کا دوسرا اور جامع مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ متقین نماز پڑھتے اور انفاق کرتے ہیں اور پھر اس انفاق میں صدقاتِ واجبہ یعنی زکوٰۃ و عشر اور صدقات نافلہ یعنی خیرات دونوں مفاہیم بیک وقت موجود ہوں گے الغرض دونوں مذکورہ مطالب کی رو سے زکوٰۃ کا مفہوم اس آیت میں شامل رہتا ہے۔

اب دوبارہ اصل قرآنی الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی اور اس کے بخشے ہوئے رزق کے تحت جہاں دوسرے اموال آتے ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے وہاں وہ روزی اور وہ رزق بھی بطور مال آجاتا ہے جو ہم زمین سے حاصل کرتے ہیں اس لیے زرعی پیداوار پر عشر کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

پھر یہ امر بھی یاد رہے کہ اس مقام پر متقین کے صرف تین ہی بنیادی اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے ــــ ایمان، نماز اور انفاق کا ــــ اور صرف انہی تینوں خصوصیات کی بنا پر ایسے لوگوں کے راہ ہدایت پر ہونے اور ان کے فلاح یاب ہونے کی خوشخبری بھی دی گئی ہے۔

"وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ" کے الفاظ اسی انداز میں صلوٰۃ پر عطف کے ساتھ قرآن حکیم میں چند اور مقامات پر بھی وارد ہوئے ہیں اور وہاں بھی بالعموم زکوٰۃ ہی کا مفہوم لیے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ انفال میں ہے کہ:

اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (الانفال:۳)

ترجمہ: (مومنین وہ ہیں) جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو روزی دی ہے اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

البتہ اس ساری بحث پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ہم نے يُنْفِقُوْنَ کے مضارع سے وجوبِ حکم ثابت کیا ہے جبکہ عربی زبان میں فعل مضارع وجوب حکم کے لیے نہیں آتا بلکہ وجوبِ حکم کے لیے فعل امر آنا چاہیے۔

مگر اول تو یہ اصول بنیادی طور پر صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید کے بہت سے نظائر اس اصول کے خلاف موجود ہیں اور ہمیں قرآن حکیم کے مقابل میں بہرحال اپنے بنائے ہوئے اصولوں کو کچھ بھی وقعت نہیں دینی چاہیے۔ اس لیے کہ جن مقامات کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی معطوف علیہ کے طور پر يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ بھی فعل مضارع ہی کے ساتھ آیا ہے۔ تو کیا اس فعلِ مضارع کے لسبب صلوٰۃ کا وجوب باقی نہیں رہے گا اور ایسے تمام مقامات پر فرض نمازوں کی بجائے نفل نمازیں مراد لی جائیں گی؟

دوسرے یہ کہ خود قرآن حکیم میں اہل ایمان کے لیے جہاں یُنفِقُوْنَ کی خصوصیت فعل مضارع کے ساتھ آئی ہے وہاں وہ فعل امر میں اہل ایمان کو انفاق وجوبی کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ بقرہ میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرہ، ۲۵۴)

ترجمہ : ایمان والو ! ہمارے دیئے میں سے راہ خدا میں بھی خرچ کر لو اس سے پہلے کہ وہ دن آموجود ہو جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش کام دے گی۔ اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔

اس آیت میں أَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ (ہمارے دیئے میں سے راہ خدا میں خرچ کرو) میں أَنْفِقُوْا کا صیغہ فعل امر کا ہے جس سے انفاق واجب ثابت ہوتا ہے نیز اس آیت کے آخری ٹکڑے وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔) سے اس بات کا اشارہ بھی نکلتا ہے کہ جو لوگ اس انفاق کے وجوب کو نہ مانیں اور اس حکم پر عمل نہ کریں تو ایسے لوگوں کی یہ روش مومنانہ کردار کی نہیں بلکہ کافرانہ طرز عمل کی غماز ہے۔ لہٰذا اس آیت کے الفاظ " أَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ " (ہمارے دیئے میں سے خرچ کرو) سے زکوٰۃ اور عشر کا حکم ثابت ہو گیا کیونکہ کفر کا معاملہ صرف ضروریات دین کے انکار ہی سے پیدا ہو سکتا ہے اور زکوٰۃ و عشر کے ضروریات دین میں ہونے سے کسے انکار ہے۔

اس سلسلے میں " وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ " کی تفسیر میں علامہ زمخشریؒ نے

پنی تفسیر "الکشاف" میں لکھا ہے کہ:

"وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" اراد والتارکون الزکوٰة هم الظالمون

فقال والکفرون للتغلیظ، کما قال فی اٰخر اٰیة الحج "وَمَنْ

کَفَرَ" مکان ومن لم یحج، ولانه جعل ترك الزکاة من صفات الکفار

فی قوله "وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ"۔

ترجمہ: "وَالْكَافِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" (اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں) سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے ظالم ہیں۔ اَلْكَافِرُوْنَ کا لفظ شدت کے لیے آیا ہے جیساکہ آیت حج کے آخر میں آتا ہے کہ وَمَنْ كَفَرَ (اور جس نے کفر کیا، آل عمران آیت) آیا ہے۔ حالانکہ وہاں پر مفہوم یہ تھا کہ "اور جس نے حج نہ کیا"۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں ترکِ زکوٰۃ کو کافروں کی علامت کے طور پر بیان کیا ہے: وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ (اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے کیونکہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔

ایک دوسرے مقام پر فعل امر کے وجوب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان سے ارشاد ہے۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ

الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ

وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (المنافقون: ۱۰)

ترجمہ: اور اے ایمان والو) ہمارے دیئے میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہا کرو، اس سے پہلے کہ تمہیں موت آلے۔ اور آدمی کہنے لگے کہ "اے میرے رب! کاش تو مجھے کچھ دنوں کی مزید مہلت دیدیتا تو میں صدقہ دیتا اور پھر صالحین میں

سے ہوتا۔

آیتِ بالا میں اہلِ ایمان مخاطب ہیں اور اس آیت سے پہلے کی آیت میں وہ مذکور ہیں اور اس جگہ بھی اہلِ ایمان ہی کو فعلِ امر کے وجوب کے ساتھ انفاق کا حکم دیا گیا ہے اور ایسا انفاق اور "صدقہ" کرنے کا حکم موجود ہے جو کسی آدمی کو زمرۂ صالحین میں شامل ہونے کے لیے شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی روزی سے وہ انفاق اور وہ صدقہ کیا چیز ہے جو صالحین کی خصوصیت اور اہلِ ایمان کا وصف خاص ہے؛ کیا اس سے زکوٰۃ وعشر مراد نہیں ہو سکتے اور کیا یہاں پر بھی صرف صدقاتِ نافلہ یا خیرات مراد لی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ البتہ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ (اور ہمارے دیے میں سے خرچ کرو) کے عمومی الفاظ میں زکوٰۃ وعشر اور خیرات دونوں کا مفہوم بیک وقت ممکن ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ ○ (ابراھیم: ۳۱)

ترجمہ: (اے نبیؐ) میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے ہیں، کہہ دو کہ نماز قائم کیا کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ طور پر (خدا کی راہ میں) خرچ کیا کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کچھ خرید و فروخت ہوگی اور نہ ہی دوستی کچھ کام آسکے گی۔

آیت بالا میں بھی فعلِ امر (غائب) کے ساتھ اہلِ ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک تو نماز کا اہتمام کریں اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال سے اس کا کچھ

حصہ اسی کی راہ میں خرچ کیا کریں۔ انفاق کے اس حکم میں زکوٰۃ وعشر کے ساتھ صدقہ وخیرات بھی شامل ہیں۔ اول الذکر کے لیے آیت کے لفظ عَلَانِیَۃً اور ثانی الذکر کے لیے سِرًّا کا اشارہ اور قرینہ موجود ہے۔ اور اس سے بڑھ کر فعل امر غائب کا صیغہ اس انفاق کو وجوب وحکم کا درجہ دیدیتا ہے۔ پھر نماز پر انفاق کا یہ عطف بھی زکوٰۃ و عشر کا مفہوم لیے ہوئے ہے جس کے نظائر قرآن حکیم میں موجود ہیں اور جن کی مثالیں اس سے قبل ہم نے بیان کر دی ہیں۔

آیت مذکورہ بھی منجملہ اُن آیاتِ قرآنیہ میں سے ہے جن سے زکوٰۃ وعشر کے فرض و واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں ہم نے قرآن حکیم کی چند ایسی آیات پیش کر دی ہیں جن سے صراحتاً یا اشارۃً عشر کے فرض وواجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ باقی رہیں اس نظامِ عشر کی عملی تفصیلات تو نظامِ زکوٰۃ کی طرح وہ بھی سنت نبوی کے نصوص، صحابہ کرامؓ کے اجماع اور باقی امت کے تعامل سے معلوم کر لینی چاہئیں۔

البتہ اس سلسلے میں ایک ضروری امر پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ قرآن حکیم کے عمومی حکم کے باوصف بعض اموال واشیاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وعشر سے مستثنیٰ بھی کیا ہے۔ مثال کے طور گھوڑوں، غلاموں اور سبزیوں کے بارے میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ان پر زکوٰۃ وعشر واجب نہیں ہے۔ لیکن آج ایسی تمام مستثنیات پر بھی زکوٰۃ و عُشر عائد کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ مالِ تجارت کی تعریف میں آجاتے ہوں اور نصاب مقررہ کے مطابق ہوں۔

حضرت سمرہ بن جُندبؓ کی روایت ہے کہ:

"انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کان یامرنا ان

نخرج الصدقة من الذی نعد للبیع" (السنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایسی تمام اشیاء سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیتے تھے جن کو ہم لوگ بغرض تجارت استعمال کرتے تھے۔

اس حدیث کی رو سے ان گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ عائد ہو سکتی ہے جو تجارت کی غرض سے ہوں اور نصاب کے مطابق ہوں، اور ان تمام پھلوں اور سبزیوں پر بھی عشر عائد ہو گا جو بغرضِ تجارت ہوں اور مقدار نصاب ہوں۔ پہلے معاملے کے لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل ہمارے لیے بہترین مثال ہے اور دوسرے کے لیے آج ہم خود اجتہاد کر سکتے ہیں اور ہمارے اس طرزِ عمل سے حدیث یا شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہو گی بلکہ اس کا عین منشا پورا ہو گا۔

نفاذِ زکوٰۃ و عشر کے سلسلے میں البتہ یہ بات قابلِ غور ہے کہ قرآن حکیم کے پیشِ نظر انسان کی صرف معاشی صلاح و فلاح نہیں ہے بلکہ وہ پوری حیاتِ انسانی کی ہدایت و فلاح کے لیے اپنا ایک عالمگیر اور ہمہ گیر نظامِ فکر و عمل رکھتا ہے۔ قرآن کی معاشی ہدایات احکام دراصل اس کی مجموعی دعوت کا محض ایک حصہ ہیں۔ اس لیے اسلام کے صرف کسی جزو کو نافذ کر کے اس کے ذریعے سے اس کے کُلّی نفاذ کی برکات حاصل نہیں کی جا سکتیں۔ لہٰذا جب تک نظامِ اسلام کو اس کے ہمہ جہتی اصولوں کی بنیاد پر پورے اخلاص سے قائم کرنے کی کوشش نہیں ہو گی اس وقت تک اسلامی انقلاب کی منزلِ مقصود کا حصول ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔